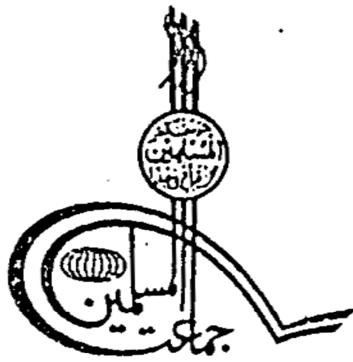
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیح احادیث کو پرکھنے کے جدید معیارات

(قرآن مجید کی روشنی میں)

مرتبہ
مسعود احمد صاحب



شائع کردہ
ادارہ مطبوعات اسلامیہ
۱۶۲/۲ ـ حسین آباد ۲ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸
فون ۶۳۲۴۱۰۴ ــ ۶۳۲۳۳۶۴
قیمت سات روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صحیح احادیث کے پرکھنے کے جدید معیار

(قرآن مجید کی روشنی میں)

کتاب دو اسلام کے ختم کرنے سے پہلے غلام جیلانی برق صاحب نے حدیث کو پرکھنے کے لئے چند معیار مقرر فرمائے ہیں ان معیاروں کا سلسلہ وار جواب درج ذیل ہے لیکن جواب سے پہلے ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ

سوال ـــــ اگر ان معیاروں پر قرآن مجید بھی پورا نہ اترے تو پھر یہ معیار سچے ہیں یا قرآنِ مجید؟ اگر قرآن مجید سچا ہے اور درحقیقت قرآن مجید ہی سچّا ہے تو پھر یہ معیار یقیناً باطل ہیں، اور ان میں سے کسی معیار کو حتمی سمجھ کر حدیث کو پرکھنا سراسر ظلم ہے۔

(۱) تعلیماتِ قرآنی کے منافی ہونا برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث تعلیماتِ قرآنی کے منافی ہو گی وہ حدیث جعلی ہو گی، یہ معیار اگرچہ کسی حد تک صحیح ہے، لیکن ہر حالت میں نہیں۔ مثلاً قرآنِ مجید ہر مردار کو حرام کرتا ہے لیکن حدیث میں ہے کہ مردار مچھلی حلال ہے تو کیا یہ حدیث قرآن مجید کے منافی کہلائے گی، نہیں بلکہ قرآنی حکمِ عام کو خاص کرنے والی کہی جائے گی۔ لہٰذا یہ حدیث موضوع نہیں ہو گی۔

پھر اس اصول و معیار کو کلیتہً تسلیم کرنے سے ایک اور امر بھی مانع ہے وہ یہ کہ کوئی فتنہ پرور اٹھے اور قرآن کی کسی آیت کے معنی اپنے رنگ میں کرلے اور جب اس سے کہا جائے کہ حدیث میں اس طرح ہے تو وہ فوراً کہہ دے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے لہٰذا جعلی ہے، میں اسے نہیں مانتا، حالانکہ وہ حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو گی بلکہ اس کے مخترعہ معنی کے خلاف ہو گی۔

مثلاً کراچی میں ایک فرقہ ابھی نکلا ہے جو "نعمانی" کہلاتا ہے۔ اس فرقہ کے بانی سید رضا

لقمان ابھی زندہ ہیں اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبریل رسولِ اعظم بن کر آنے والے ہیں، جب ان کے ایک مبلغ کے سامنے ہم نے "خاتم النبیین" والی آیت پڑھی تو اس مبلغ نے جواب دیا کہ بے شک اس آیت کی رُو سے نبی ختم ہو گئے لیکن رسول ختم نہیں ہوئے، رسول آتے رہیں گے ہم نے حدیث پڑھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو گئیں، اب میرے بعد نہ کوئی رسول بن سکتا ہے نہ نبی۔ تو وہ مبلغ کہنے لگے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے، قرآن مجید میں تو رسول کے آنے کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث موضوع ہے۔ اب قرآن مجید کی جس آیت کو انہوں نے اپنی دلیل پیش کیا وہ یہ ہے اور جو ترجمہ انہوں نے کیا وہ بھی آیت کے مقابل درج ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ○ (البینۃ ۲،۱)	اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر ہیں یہ باز نہیں آسکتے، جب تک ان کے پاس دلیل نہ آئے یعنی اللہ کا رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھتا ہو۔

اب تک اس کا مطلب مسلم یہ سمجھتے رہے ہیں کہ یہ کافر باز آنے والے نہیں تھے، جب تک ان کے پاس اللہ کا رسول نہ آتا۔ رسول آگیا تو یہ لوگ باز آگئے گویا تمام مسلمین کے نزدیک اس آیت میں رسول سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے آنے کے بعد بہت سے کافر اپنے کفر سے باز آگئے، وہ مبلغ کہنے لگے کہ سب کافر کہاں باز آئے اور آیت میں یہ ہے کہ سب باز آجائیں گے۔ لہٰذا کوئی رسول ایسا آنا چاہیئے جس کے آنے کے بعد سب باز آجائیں اور یہ رسول سب سے بڑا رسول ہوگا یعنی "رسولِ اعظم" اور یہ خود حضرت جبریل علیہ السلام ہونگے۔ یہ تھا ان کا مخترعہ مطلب، اور اس مطلب کے خلاف حدیث پڑھنا، گویا گھڑی ہوئی حدیث پڑھنا ہے۔ ان کے نزدیک یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے حالانکہ درحقیقت یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں بلکہ ان کے ایجاد کردہ معنی کے خلاف ہے۔

تیسری بات جو اس سلسلہ میں ہمیں عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اس معیار پر تو قرآن مجید کی

بعض آیات بھی پوری نہیں اترتیں، مثلاً قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے لیکن ایک آیت میں ہے کہ :۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرة ٢٦) اللہ اس کے ذریعہ بہت سوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

یعنی قرآن مجید ذریعہ گمراہی بھی ہے اور یہ قرآنی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے کہ قرآن مجید لوگوں کو گمراہ کرے۔ لہٰذا یہ آیت معیار پر پوری نہیں اترتی تو اس آیت کے متعلق کیا کہیں۔

۲۔ قرآنِ مجید میں متعدد جگہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے ہر جگہ یہی ہے، کہ ابلیس فرشتہ تھا، مثلاً :۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۝ (البقرة ۳۴) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

لہٰذا اس آیت اور اس جیسی اور کئی آیات سے ثابت ہوا کہ ابلیس فرشتہ تھا، یہ ہے تعلیماتِ قرآنی، اب اس تعلیمات قرآنی کے خلاف ہیں یہ آیت ملتی ہے۔

كَانَ مِنَ الْجِنِّ ۝ (الكهف ۵۰) ابلیس جنوں میں سے تھا۔

بتائیے کیا یہ آیت بھی قرآنی تعلیمات کے منافی ہونے کی وجہ سے جعلی ہوگئی ؟

۳۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہدایت کرنا ہے اور اس نے اپنے ذمہ اس کو فرض کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ (والليل ۱۲) ہدایت دینا ہمارے ذمّہ واجب ہے۔

تو گویا تعلیمات قرآنی کا مسلمہ اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے گمراہ نہیں کرتا، اب یہ آیت سنیئے :۔

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ (النسآء ۸۸) کیا تم اس شخص کو ہدایت کرنا چاہتے ہو جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا۔

گویا یہ آیت بھی معیار پر پوری نہیں اترتی اس لئے کہ اس میں اللہ کو گمراہ کرنے والا بتایا گیا ہے، اسی قسم کی یہ آیت ہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے

ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے گویا ہدایت پہ آنا اس کے لئے اتنا مشکل ہو جاتا ہے جتنا آسمان پر چڑھنا۔ (الانعام ۱۲۵)

یہ آیت بھی قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے بھلا وہ رحمٰن و رحیم اللہ، جو ہزارہا انبیاء کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے وہ ایسا کر سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو خود ہی ہدایت سے روک دے، اور ان کے سینے کو ایسا تنگ کر دے کہ ہدایت پہ آنا ان کے لئے ناممکن ہو جائے۔

اس قسم کی تقریباً سو آیات پیش کی جا سکتی ہیں جو تعلیماتِ قرآنی کے خلاف نظر آتی ہیں تو کیا وہ اس مجوزہ معیار پر پوری نہ اترنے کے باعث جعلی کہی جا سکتی ہیں؟ اگر نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے تو پھر یہ معیار جعلی ہے، باطل ہے ایسا کلیہ بنانا محض دھوکہ ہے اور اگر ان آیات کا باوجود قرآنی تعلیمات سے منافی ہونے کے کوئی مقام ہے اور کوئی مطلب ہے تو وہی مقام اور وہی مطلب حدیث کے لئے بھی ہو سکتا ہے، یہ کیا کہ اگر آیت معیار پر نہ اترے تو تاویل کر کے اس کو تعلیمات قرآنی کے مطابق بنا لیا جائے، اور حدیث پوری نہ اترے تو اسے مسترد کر دیا جائے، کیا یہ انصاف ہے؟

۲۔ قرآنِ مجید میں تحریف

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث قرآنِ مجید میں تحریف تسلیم کرتی ہو وہ جعلی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ تحریف سے برق صاحب کی کیا مراد ہے؟ اگر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو قرآن مجید تھا بعد میں اس میں تحریف ہو گئی تو اس تحریف کی خبر دینے والی حدیث یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تو ہو گی نہیں کسی اور کا قول ہو گا، اور اس معیار کی زد میں وہ قول آئے گا، نہ کہ حدیث، لہٰذا اس معیار سے حدیث کو پرکھنا کسی حالت میں صحیح نہیں ہو سکتا۔

اور اگر برق صاحب کا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں قرآنِ مجید میں تحریف ہوئی اور اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ ہو گئیں۔ تو بیشک یہ چیز حدیث میں ملتی ہے۔ اور وہ حدیث صحیح ہے، یہ معیار صحیح نہیں وجہ

یہ ہے کہ جس نبی نے یہ کہا کہ اس آیت کو قرآن مجید کی آیت سمجھو اور تلاوت کرتے رہو۔ اگر وہی نبی یہ کہے کہ اب یہ آیت منسوخ ہوگئی اس کی تلاوت منسوخ کردو تو کیا وجہ ہے کہ ہم اسے سچا نہ سمجھیں۔ اگر آپ کہیں کہ نبی ایسا کہہ ہی نہیں سکتا یہ تو بعد میں لوگوں نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تو اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے، پھر اس معیار پر تو بعض آیات قرآنی بھی نہیں اترتیں، مثلاً :-

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۞ (البقرۃ ۱۰۶)

جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مثل نازل کر دیتے ہیں۔

اگر آپ یہ فرمائیں کہ اس سے مراد قرآنی آیت نہیں، بلکہ شریعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ یہ مان لیجئے کہ توراۃ و انجیل منسوخ ہوگئیں یا بھلا دی گئیں۔ لیکن آپ یہ بھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ آپ تو یہ کہتے ہیں کہ توراۃ و انجیل محفوظ ہیں اور غیر منسوخ ہیں اور صرف توراۃ یا انجیل پر ایمان لاکر، اور اس پر عمل کرکے انسان نجات پا سکتا ہے، قرآن مجید پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب اس اشکال کو آپ کیسے دفع کریں گے۔ پھر یہ بھی تو بتلایئے کہ آیت کے معنی شریعت کرنا کس دلیل سے ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ کو شریعت کا لفظ معلوم نہ تھا جو آیت کا لفظ استعمال کیا۔ لہٰذا اس بات کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آیت سے مراد قرآنی آیت ہے اور یہ کہ وہ منسوخ بھی ہو سکتی ہے، اور بھلائی بھی جا سکتی ہے تو کیا اب اس آیت کو بھی جعلی کہہ سکتے ہیں جس سے قرآنی آیات کا نسخ اور طارق نسیان ہونا ثابت ہوتا ہے دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے :-

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۞ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعلیٰ ۶، ۷)

(اے رسولؐ) ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے سوائے اس کے جو اللہ ہی آپ کو بھلانا چاہے۔

اس آیت سے بھی قرآنی آیات میں کمی بیشی ہونے کا امکان پایا جاتا ہے، اب بتلایئے کیا یہ آیت بھی جعلی ہے کیونکہ اس سے تحریف کا امکان ثابت ہوتا ہے، اس قسم کی اور بھی آیات ہیں جن سے قرآنی آیات کا نسخ ثابت ہوتا ہے تو کیا ان سب کو جعلی کہا جائے گا۔ اگر

نہیں توکیوں ؟ کیا یہ معیار غلط ہے ؟

آخر میں ہم اتنا اور عرض کرتے ہیں کہ اصطلاح شریعت میں تحریف اس تغیر و تبدل کا نام ہے جو بعض لوگ کتبِ الٰہیہ میں کرتے رہتے ہیں لیکن جو تغیر و تبدل اللہ تبارک و تعالےٰ خود کر دے وہ تحریف کی تعریف میں نہیں آتا۔ لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں آیت یا حکم منسوخ کر دیا تو یہ تحریف نہ ہوگی۔ اس کو تحریف کہنا ہی غلطی ہے۔

۳ - رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ازواجِ مطہرات رضؓ اور صحابہ کرام رضؓ کی توہین

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی زوجہ مطہرہ رضؓ یا کسی صحابی کی توہین ہو وہ حدیث موضوع ہوگی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ معیار درست ہے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس معیار پر قرآنِ مجید پورا اترتا ہے، ہرگز نہیں ملاحظہ فرمایئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ (عبس ۱، ۲)

رسول نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا جب کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

بتلایئے کیا اس آیت میں شانِ رسالت کی توہین نہیں کہ اخلاقِ کریمانہ کے مجسمہ کو بد اخلاق بنایا گیا ہے۔ پھر یہ آیت قرآنی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ قرآنِ مجید کی تعلیم اس آیت میں بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہے :-

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (القلم ۴) اور (اے رسولؐ) آپ کے اخلاق عظیم الشان ہیں۔

لہذا عَبَسَ کی مذکورہ بالا آیت دو طرح سے محلِ نظر ہے، اول توہین رسولؐ کے لحاظ سے دوم قرآنی تعلیم یعنی سورۂ قلم کی مذکورہ بالا آیت سے متعارض ہونے کے لحاظ سے۔

۲- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ○ (الفتح ۱، ۲)

ہم نے آپ کو فتح مبین دے دی ہے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ۝ (محمد ۱۹) (اے رسولؐ) اپنے گناہوں کی معافی مانگیئے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے :۔

وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (اے رسولؐ) اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیئے۔ بیشک

(اذا جآء ۳) وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ان تینوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ گنہ گار تھے، کیا یہ توہین نہیں؟ اگر ہے تو بتایئے ان آیات کے متعلق کیا خیال ہے؟

ازواجِ مطہّرات کی توہین

(ازواجِ مطہّرات کے بارے میں قرآنِ مجید کہتا ہے :۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحریم ۴) اگر تم توبہ کرو تو (اچھا ہے) اس لئے کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔

یہ وہ خواتین ہیں جن کے متعلق قرآنِ مجید کہتا ہے :۔

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب ۳۲) عورتوں میں سے کوئی ایک بھی تمہاری مثل نہیں۔

یہ وہ جماعت ہے جو تمام عورتوں سے افضل ہے لیکن سورۂ تحریم کی مندرجہ بالا آیت سے ان میں سے بعض کے قلوب کی کجی ظاہر ہوتی ہے۔ کیا یہ ان ازواجِ مطہرات کی توہین نہیں؟ اگر توہین ہے تو پھر اس آیت کے متعلق کیا کہا جائے ظاہر ہے کہ آیت کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ برق صاحب کا مجوّزہ معیار غلط ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین

اللہ تبارک وتعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا

اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی، اور حکمِ رسولؐ میں اختلاف کیا اور خاطر خواہ فتح آجانے کے بعد -

تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ٥

تم نے (رسول کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے بعض دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے

(آل عمران ۱۵۲)

یہ جنگ اُحد کا بیان ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب مسلمین ہی کے متعلق ہے اس لئے کہ منافقین تو لڑائی میں شریک ہی نہیں ہوئے تھے۔ وہ تو لڑائی سے پہلے ہی مدینہ منورہ واپس چلے گئے تھے اور اس نافرمانی اور دنیا طلبی کی وجہ سے جو مصیبت آئی تھی اس میں وہ شریک نہیں تھے۔ اس مصیبت کا ذکر مذکورہ بالا ارشاد کے آگے سورۂ آل عمران ہی میں بیان ہوا ہے۔

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥ (آل عمران ۱۵۵)

تم میں سے جن لوگوں نے میدانِ جنگ سے منہ موڑا، یہ اس لئے ہوا کہ شیطان نے ان کے بعض گناہوں کے سبب ان کو پھسلا دیا اور تحقیق اللہ نے انہیں معاف کر دیا بے شک اللہ غفور اور حلیم ہے۔

گناہ کئے، شیطان نے بہکایا، میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ سب کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔ اور پھر مزا یہ کہ اللہ تعالےٰ نے بغیر توبہ کے معاف کر دیا، اور برق صاحب یہ فرماتے ہیں، اللہ تعالےٰ معاف ہی نہیں کرتا۔ اگر آپ کہیں کہ سزا دے کر معاف کر دیا تو پھر وہ معافی ہی کیا ہوئی، سزا دے کر معاف کرنا بھی کوئی معافی ہے۔

۳۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

(آل عمران ۱۵۴)

پھر اللہ نے غم کے بعد امن نازل فرمایا ایک اونگھ نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانک لیا، اور تم میں سے ایک جماعت کو اپنی جان کی فکر تھی۔ وہ اللہ تعالےٰ کے متعلق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے۔

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْآ

اور یہ لوگ جب کوئی تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو

اِلَیْہَا وَتَرَکُوْكَ قَآئِمًا (الجمعۃ ۱۱) — اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

۵۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا .... ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ (التوبۃ ۲۵) — جب حنین کی لڑائی میں تم نے اپنی کثرت پر ناز کیا اور پھر کوئی چیز تمہارے کام نہ آئی .... پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

۶۔ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ (الانفال ۵،۶) — مؤمنین کی ایک جماعت جہاد سے نفرت کرتی تھی، وہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد حق کے معاملہ میں اے رسول آپ سے جھگڑا کر رہے تھے، گویا ان کو ان کی آنکھوں دیکھے موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا تھا۔

یہ ہے جنگ بدر میں صحابہ کی ایک جماعت کا نقشہ، برخلاف اس کے حدیث میں ہے، کہ صحابہؓ نے کہا، ہم سمندر میں کود پڑیں گے، یہ کریں گے، وہ کریں گے، بتائیے کون سی چیز ان دونوں میں صحابہ کے شایانِ شان ہے؟

(یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ منافقین اس جنگ تک وجود میں نہیں آئے تھے)

کیا مندرجہ بالا آیات سے صحابہ کی توہین نہیں ہوتی، اگر یہ آیات صحیح ہیں تو کیا وجہ کسی حدیث میں کوئی ذرا سی بات بھی نظر آجائے تو اُسے جعلی سمجھا جائے۔ الغرض اس معیار پر قرآنی آیات بھی پوری نہیں اترتیں، لہٰذا یہ معیار ہی باطل ہے۔ نہ کہ آیاتِ قرآنی۔

۴۔ حقائق کونیہ کے خلاف ہونا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث حقائق کونیہ کے خلاف ہو گی وہ موضوع ہو گی۔

اس سلسلہ میں بھی ہم چند آیاتِ قرآنی پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (الانبیاء ۶۹) — اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا، اور سلامتی والی بن جا.....

آگ کا کام جلانا ہے اس کی خصوصیت گرم ہونا ہے، لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی

حقیقت کونیہ کے خلاف ٹھنڈی ہوا ور جلائے نہیں لہٰذا یہ آیت معیار پر پوری نہیں اترتی۔

۲۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (ملک ۳) اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔

بلحاظ جدید سائنس آسمان کوئی چیز نہیں، محض حدِ نگاہ ہے، لہٰذا اس کا سات ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے کہا:۔

۳۔ اٰتِنَا غَدَآءَنَا (الکھف ۶۲) ہمارا ناشتہ لاؤ۔

ان کے ساتھی نے جواب دیا۔

وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا۔ بڑا عجیب و غریب واقعہ ہوا کہ وہ (بھنی ہوئی) مچھلی (زندہ ہوکر) سمندر میں چلی گئی۔ (الکھف ۶۳)

برق صاحب! یہ ہیں قرآنی آیات اور وہ ہے آپ کا معیار۔

اب اگر معیار کو صحیح مانیں تو بڑی مشکل ہوتی ہے، کہ قرآنی آیات مشکوک ٹھہرتی ہیں لہٰذا یہ معیار ہی غلط ہے، اگر آیات کی تاویل کی جائے تو پھر یہی چیز حدیث کے سلسلہ میں بھی قابلِ عمل ہونی چاہیئے خواہ مخواہ فرضی معیاروں پر کسنا نامناسب ہے۔

۵۔ انسانی فطرت کا جھٹلانا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث انسانی فطرت کے خلاف ہو وہ موضوع ہوگی اس سلسلہ میں چند آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ○ قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ (مریم ۸، ۹)

حضرت زکریا عرض کرتے ہیں، اے میرے رب میرے لڑکا کیسے پیدا ہوگا، حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے، اور میں بے حد بوڑھا ہوگیا ہوں حتیٰ کہ اکڑ گیا ہوں، اللہ نے فرمایا، ایسی حالت میں ہی ہوگا، یہ مجھ پر آسان ہے۔

الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ یہ پیدائش انسانی فطرت کے خلاف ہے، مرد بوڑھا ہو اور عورت بانجھ ہو تو بچہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ آیات مجوزہ معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ کہتی ہیں۔

۲۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ (مریم ۲۰، ۲۱)

میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ مجھے کسی مرد نے (نہ جائز طریقہ سے) ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتے نے کہا اسی حالت میں ہوگا۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔

بغیر باپ کے بچہ پیدا ہونا یہ بھی فطرتِ انسانی کے خلاف ہے :

قوم کے لوگ حضرت مریم کے پاس آئے اور انہیں بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا، حضرت مریم نے شیر خوار بچے کی طرف اشارہ کر دیا، کہ اس سے پوچھو، قوم کہنے لگی۔

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ (مریم ۲۹)

ہم گہوارے میں جھولنے والے بچے سے کیسے بات کر سکتے ہیں۔

اس بچہ نے کہا :-

اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۝ (مریم ۳۰)

میں اللہ کا بندہ ہوں۔

نوزائیدہ بچہ کا بولنا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

چونکہ اس معیار سے قرآنی آیات پر زد پڑتی ہے لہٰذا یہ معیار بھی باطل ہے اور اس پر حدیث کو پرکھنا لغو ہے۔

۶۔ عقل، تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث عقل تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہو وہ موضوع ہوگی اس سلسلہ میں چند آیاتِ بینات ملاحظہ ہوں :-

قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ ۔ (النمل ۴۰)

اس شخص نے جس کو کتاب کا کچھ علم تھا، کہا کہ میں ملکہ سبا کا تخت اتنی دیر میں لے آؤں گا، جتنی دیر میں آپ کی نگاہ واپس آئے (اور اتنی دیر میں وہ آگیا) تو اس کو اپنے پاس دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، یہ میرے رب کا فضل ہے۔

یہ عقل و تجربہ کے خلاف ہے کہ پلک جھپکنے میں ہزاروں میل دور سے ایک وزنی چیز منتقل ہو جائے گویا یہ آیت بھی مجوزہ معیار پر پوری نہیں اترتی، اب اس کے متعلق کیا کہا جائے۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۝ (الاعراف ۱۷۲)

اور جب تمہارے رب نے اولادِ آدمؑ کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے خود ان کے مقابلہ میں گواہی طلب کی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں بے شک تو ہمارا رب ہے ہم گواہ ہیں۔ (یہ اس لئے کیا) کہ کہیں روزِ قیامت تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔

یہ بالکل خلافِ عقل ہے کہ پیدائش سے پہلے اقرار کرالیا، اس اقرار سے کیا فائدہ؟ یہ اقرار کس کو یاد ہے؟ پھر یہ بھی خلاف عقل ہے کہ اولادِ آدم جو ابھی وجود میں نہیں آئی تھی ان کی پیٹھیں کہاں سے آگئیں کہ ان کی پیٹھوں سے تمام اولاد کو نکال لیا۔

یہ قرآنی آیات ہیں جو اس معیار پر پوری نہیں اترتیں لہٰذا یہ معیار غلط ہے، نہ کہ قرآنی آیات؛ ہماری عقل اور ہمارا تجربہ حقیقت میں کوئی چیز نہیں، جو شخص جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کی سمجھ میں اس جاننے والے کی بات نہیں آسکتی، بذریعہ لاسلکی جو ہزاروں میل کی بات ہم سن لیتے ہیں کیا ہمارے اجداد کی عقل میں یہ بات آسکتی تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور آج بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ مثلاً پانی کے ایک قطرہ میں کروڑوں جراثیم کا ہونا، یہ عقل میں آنے والی بات نہیں، نہ اس کا ہم نے کبھی مشاہدہ کیا لہٰذا یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور مشاہدہ کے بھی خلاف ہے، محض چند فضلا پر یقین کر کے ہم اعتبار کر لیتے ہیں کہ واقعی ایسا ہو گا۔ اور جب فضلا کے علم و فضل پر اعتبار کر کے ہم ان کی خلاف عقل و مشاہدہ عجیب و غریب بات تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر اس رسول کی کوئی خلافِ عقل و مشاہدہ بات، جس رسول پر ہم ایمان لائے ہیں کیوں نہ تسلیم کریں، ہو سکتا ہے کہ ہماری عقل کی رسائی وہاں تک نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم مشاہدہ کر ہی نہ سکتے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا تجربہ غلط ہو لہٰذا صرف ان باتوں کی بنا پر حدیث کی یا رسولؐ کی تکذیب نہیں کر سکتے۔ نہ پانی کے ایک قطرہ

میں کروڑوں جراثیم کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے نہ ہماری عقل میں آتا ہے لیکن پھر بھی ہم اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں یہ بھی ایک قسم کا ایمان بالغیب ہے اور جب کسی حکیم یا سائنس دان کی بات پر ایمان بالغیب ہو سکتا ہے تو پھر رسول کی بات پر ایمان بالغیب کیوں نہ لایا جائے؟ کیوں اس کی بات کو عقل و تجربہ کی میزان میں رکھ کر تولنے لگیں؟ کیا یہ انصاف ہے؟ رسول پر ایمان بالغیب ہی ذریعہ ہدایت و نجات ہے اور یہی اللہ تعالےٰ کا ہم سے مطالبہ ہے۔

لہٰذا محض مشاہدہ کی خاطر ہم رسول جیسے مخبر صادق کی خبر پر شبہ کرنے لگیں یہ کسی طرح بھی ایمان کی شان نہیں۔ اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ یہ معیار بھی غلط ہے اور اس معیار پر حدیث کو پرکھنا لغو و لایعنی ہے۔

۷۔ مسلّمہ تاریخی واقعات کی تردید

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث کسی مسلّمہ تاریخی واقعہ کی تردید کرتی ہو وہ موضوع ہے اس سلسلہ میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ یہ مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں کے آخر میں آئے لیکن قرآن کہتا ہے:۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى۔ — یہ پہلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں۔

(النجم ۵۶)

۲۔ کوہِ طور آج بھی موجود ہے لیکن قرآنِ مجید کہتا ہے:۔

جَعَلَهٗ دَكًّا (الاعراف ۱۴۳) — تجلیاتِ الٰہی نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ — ہم نے قومِ فرعون کو باغات، چشمے اور خزانوں اور محلات سے نکال کر باہر کر دیا۔ اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

(الشعراء ۵۷ تا ۵۹)

بنی اسرائیل تو مصر چھوڑ کر چلے آئے تھے، پھر وہ وارث کیسے ہو گئے؟ یہ تاریخ کے خلاف ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا (آل عمران ۱۶۵)

جو نقصان کافروں سے تمہیں پہنچا تم اس سے دگنا انہیں پہنچا چکے ہو۔

یہ مسلمہ تاریخی واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں ستّر کافر قتل ہوئے اور جنگ احد میں ستّر مسلم شہید ہوئے یعنی دونوں کا نقصان برابر تھا۔ لیکن قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کافروں کا نقصان دوگنا بتاتی ہے لہذا یہ آیت مسلمہ تاریخی واقعہ کے خلاف ہے اب بتائیے اس آیت کے متعلق کیا کہیں؟

کیونکہ اس معیار پر قرآنی آیات بھی پوری نہیں اترتیں، لہذا یہ معیار بھی باطل ہے، تاریخ غلط ہو سکتی ہے لیکن قرآن و حدیث غلط نہیں ہو سکتے۔

۸۔ اسلام کے اہم اصولوں مثلاً جہاد و ایثار وغیرہ کی منزلت گھٹاتی ہو

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث سے جہاد وغیرہ کی منزلت میں فرق آتا ہے وہ حدیث جعلی ہے اس سلسلہ میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہلوں سے بات کرتے ہیں تو صاحب سلامت کی بات کہتے ہیں، راتوں کو نماز پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو عذاب دوزخ سے بچا، اس کا عذاب بہت برا ہے اور وہ لوگ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ تعالے نے حرام کر دیا ہے اور قتل کرتے ہیں تو حق کے ساتھ اور جو لوگ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے

يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝

(الفرقان ۶۳ تا ۷۶)

وہ گنہ گار ہے، اس کے لئے قیامت کے دن کئی گنا عذاب ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا مگر وہ جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرتا رہے تو اس کی برائیوں کو ہم نیکیوں سے بدل دیں گے اور اللہ غفور رحیم ہے اور جو توبہ کرے اور پھر نیک عمل کرے تو ایسا ہی شخص درحقیقت اللہ کے ہاں تائب شمار ہوتا ہے، اور جو لوگ بے ہودہ کاموں میں حاضر نہیں ہوتے، اور جب بے ہودہ مشاغل کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار سے گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات بیان کی جائیں تو اندھے اور بہرے نہیں بن جاتے اور وہ لوگ جو اس طرح دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور ہمیں متقین کا پیش رو بنادے، ان لوگوں کو ان کے صبر کے عوض جنت کے بالاخانے ملیں گے ان کی ملاقات تحیۃ و سلام سے ہوا کرے گی، ان اچھے مقامات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

نیک اعمال کی اتنی لمبی فہرست ہے، لیکن کہیں بھی جہاد کا ذکر نہیں، اور نہ ایثار کا، اس قسم کی بہت سی آیات ہیں۔

کیونکہ اس مجوزہ معیار پر قرآنی آیات بھی پوری نہیں اترتیں، لہٰذا یہ معیار بھی باطل ہے۔

۹۔ رہبانیت اور نفس کشی کو جہاد اکبر قرار دیتی ہو

اگرچہ ایسی کوئی حدیث

نہیں جس میں رہبانیت اور نفس کشی کو جہادِ اکبر قرار دیا ہو، تاہم معیار کی قوت ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن مجید میں ہے :۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ (المزمّل ۸)

اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور تمام دنیاوی علائق سے قطع تعلق کرکے اس کی طرف رجوع کرو۔

یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

سَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ (آل عمران ۳۹)

وہ سردار ہوں گے، نفس کشی کرنے والے ہونگے اور نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي (آلِ عمران ۳۵)

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب میں نذر مانتی ہوں کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیرے لئے آزاد چھوڑ دوں گی پس تو اُسے قبول فرما۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ (آلِ عمران ۳۷)

اللہ نے اُسے بوجہ احسن قبول فرما لیا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ترکِ دنیا اللہ کو پسند ہے اور اگر مرد و عورت راہبانہ زندگی گذاریں تو یہ اس کو محبوب ہے، یعنی راہب (MONK) و راہبہ (NUN) بن جانا اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔

کیونکہ ان آیات میں بظاہر رہبانیت اور نفس کشی کی ترغیب پائی جاتی ہے لہذا یہ معیار باطل ہے۔

۱۰۔ مسلمانوں کو دنیا سے بیزار کرنا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث مسلمین کو دنیا سے بیزار کرے وہ جعلی ہے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ (النساء ۷۷)

کہہ دیجئے کہ دنیا کی پونجی بہت تھوڑی ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو تقوےٰ اختیار کرے۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے دنیا مانگی تو جواب ملا کہ :

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب ۲۸، ۲۹)

اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور دنیا کی زیب و زینت چاہیئے، تو آؤ میں تم کو مال دے کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کئے دیتا ہوں اور اگر اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول اور آخرت کے گھر کی طالب ہو تو پھر بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

گویا اللہ، رسول اور آخرت کے طلب گار کو دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہیئے :-

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (طٰہٰ ۱۳۱)

اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس مال و متاع کو نہ دیکھیے، جو ہم نے ان لوگوں کو دے رکھا ہے۔

الغرض اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں جو دنیا سے بیزار کرتی ہیں۔ لہذا یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۱- ایک ایک دعا پر لاکھوں جنّتیں تقسیم کرنا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ ہو کہ فلاں دعا پڑھنے سے ایک لاکھ جنّتیں مل جائیں گی وہ حدیث جعلی ہے۔ برق صاحب ایسی صحیح حدیث تو کوئی موجود نہیں البتہ ایسی آیات ضرور موجود ہیں جو صرف "ربنا اللہ" کہنے پر جنّت کا وارث بنا دیتی ہیں۔ سنیئے :-

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ (حٰم سجدہ ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا "ربنا اللہ" ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کھاؤ اور جنّت کی بشارت سنو!

کیونکہ اس معیار پر قرآنِ مجید کی آیات بھی پوری نہیں اترتیں۔ لہذا یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۲۔ وضو کرنے پر سارے گناہ معاف کرنا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ بشارت ہو کہ وضو کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

برق صاحب! وضو تو خیر بہت بڑا عمل ہے اور ایک بہت بڑے مقصد کا پیش خیمہ ہے قرآن مجید تو صرف جھک کر "حِطَّۃٌ" کہنے پر سارے گناہوں کے معاف کرنے کی خوشخبری دیتا ہے، سنیے:۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ (البقرۃ ۵۸)

دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حِطَّۃٌ" کہنا، ہم تمہارے سب گناہ معاف کردیں گے۔

اس معیار پر بھی قرآنی آیات پوری نہیں اترتیں لہٰذا یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۳۔ دوات کی سیاہی کو ایک لاکھ شہیدوں کے خون سے افضل ٹھہرانا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ ہو کہ دوات کی سیاہی ایک لاکھ شہیدوں کے خون سے افضل ہے وہ جعلی ہے برق صاحب ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے لہٰذا یہ معیار ہی بے کار ہے، مگر اتنا ضرور عرض ہے کہ ایک عالم کی دوات کی سیاہی کا مقصد کیا ہے وہی جو ایک شہید کے خون کا مقصد ہے یعنی دینِ الٰہی کی حفاظت، پھر مزید برآں سیاہی سے دین الٰہی کی حفاظت ہی نہیں ہوتی بلکہ دین الٰہی کی تبلیغ بھی ہوتی ہے۔ گویا سیاہی دونوں کام کرتی ہے حملہ بھی کرتی ہے اور دفاع بھی، پھر خونِ شہید کا اثر عارضی ہوتا ہے لیکن اس سیاہی سے لکھی ہوئی کتاب کا فیضان قیامت تک جاری رہتا ہے لہٰذا لکھنے والے کے نامۂ اعمال میں ثواب کے انبار لگ جاتے ہیں، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سیاہی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ الغرض یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۴۔ ذکرِ خدا کو جان و مال کی قربانی سے بہتر قرار دیتی ہو

اس سلسلہ میں سنیے کہ قرآنِ مجید کیا فرماتا ہے:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت ۴۵) اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

اس آیت کے علاوہ بہت سی آیات میں اللہ تعالےٰ کے ذکر کی فضیلت بیان ہوئی ہے، بلکہ بعض آیات میں تو جہاد کو مقاماتِ ذکر کی حفاظت کا ذریعہ بتایا گیا ہے گویا اصل مقصد ذکرِ الٰہی ہے اور جہاد اس کا خادم، اس لحاظ سے اور مذکورہ بالا آیت کے لحاظ سے یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۵۔سورج کو عرش کے نیچے سجدہ کرانا

برقی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہو کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، وہ باطل ہے :۔

سورج کا سجدہ کرنا تو قرآنِ مجید سے ثابت ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ (الحج ۱۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات سجدہ کرتی ہے۔ اور سورج، چاند تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی سجدہ کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید کی رُو سے تو سورج ہی سجدہ نہیں کرتا بلکہ پہاڑ بھی سجدہ کرتے ہیں، درخت بھی سجدہ کرتے ہیں، جانور بھی سجدہ کرتے ہیں اور یہاں سجدہ سے حکم کوئی مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ حکمِ کونی کے تو تمام انسان تابع ہیں اور آیت میں تمام انسانوں کا ذکر نہیں، لہٰذا سجدہ سے مراد وہی عبادت کا سجدہ ہے اور یہی عبادت کا سجدہ سورج بھی کرتا ہے اور پہاڑ بھی، لہٰذا اس مجوزہ معیار پر آیاتِ قرآنی بھی پوری نہیں اترتیں اور اس لحاظ سے یہ معیار بھی باطل ہے۔

۱۶۔ درختوں کو رُلانا

برقی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ خبر ہو کہ درخت رو دیا تو وہ حدیث موضوع ہے برقی صاحب درختوں کے احساسات کو جدید سائنس نے بھی تسلیم کر لیا ہے مگر ابھی تک معجزہ پر آپ کو شک ہے۔

اچھا اب قرآنی آیات سنیئے :-

وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ ۝ اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ مسخر کر دیا تھا

(الانبیآء ۷۹) وہ پہاڑ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

اگر پتھر تسبیح پڑھ سکتے ہیں تو پھر درخت کا رونا تعجب خیز کیوں؟

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ اور ہوا سلیمانؑ کے تابع تھی ان کے حکم سے چلتی تھی۔

بِاَمْرِہٖ ۝ (الانبیاء ۸۱)

ہوا جیسی چیز ایک رسولؐ کی محکوم ہو تو کوئی تعجب نہیں؟ درخت کا رونا تعجب خیز کیوں؟

وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے

(البقرۃ ۷۴) ہیں۔

گویا ان پتھروں کو خوف محسوس ہوتا ہے وہ گر پڑتے ہیں، ان میں بغیر دل و دماغ کے احساس ہوتا ہے۔

الغرض اس معیار پر بہت سی آیات پوری نہیں اترتیں لہذا یہ معیار بھی باطل ہے، پھر معجزہ کا نام ہی اس قسم کے معیاروں کے بطلان کے لئے کافی ہے۔

۱۷۔ صوم و حیض میں مباشرت کی اجازت دینا

برق صاحب مباشرت سے مجامعت مراد لیتے ہیں اور کیونکہ کسی حدیث میں بحالتِ صوم و حیض مجامعت کی اجازت نہیں لہذا یہ معیار ہی کالعدم ہے۔ نوٹ : اس سلسلے کی دلچسپ بحث کے لئے تفہیم الاسلام کا مطالعہ کیجئے۔

۱۸۔ طریقت اور پیر گری کو اچھالنا

کسی صحیح حدیث میں یہ مضمون نہیں لیکن قرآنِ مجید میں اس کا اشارہ پایا جاتا ہے،

سنیئے :-

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات اور سفر کا ایک قصہ مذکور ہے اس سفر میں حضرت خضر نے ایسے کام کئے جو بظاہر یا تو خلافِ

شرع تھے یا خلافِ عقل، یعنی جس کشتی میں سوار تھے اس کو توڑ ڈالا، ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا، ایک دیوار کی بلا وجہ اور بغیر اجرت کے مرمت کر دی۔ ان تینوں باتوں کے رمز تک حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر نہ پہنچ سکے، بلکہ ہر بات پر اعتراض کیا، بالآخر حضرت خضر علیہ السلام نے استادانہ حیثیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں کا راز سمجھا دیا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ شریعت کے عالم ظاہر پرست ہوتے ہیں انہیں حقیقت کا علم نہیں ہوتا، طریقت والے شریعت سے ماوراء ہوتے ہیں، وہ ایسے کام کر گزرتے ہیں جو بظاہر خلافِ شرع معلوم ہوتے ہیں لیکن باطن میں وہ عین شرع ہوتے ہیں، دیکھئے موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت رسول تھے، لیکن ان کو صرف ظاہر کا علم تھا اور حضرت صاحبِ طریقت و معرفت تھے وہ ان حقائق سے آشنا تھے، جن سے موسیٰ علیہ السلام قطعاً نابلد تھے بلکہ ان تک موسیٰ علیہ السلام کی رسائی نہ ہو سکتی تھی، لہٰذا صاحبِ طریقت کا مرتبہ صاحبِ شریعت سے بڑا ہے اگر کوئی پیر خلافِ شریعت کام کرتا نظر آئے تو اس کو برا مت سمجھو، بلکہ یہ خیال کرو کہ پیر ایسی جگہ پہنچ گیا ہے جہاں وہ ظاہری شریعت سے بے پرواہ ہو کر کام کرتا ہے اور وہ حقیقی شرع ہے۔ الغرض قرآنِ مجید کے اس قصہ سے بظاہر طریقت اور پیری مریدی کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ بتائیے کیا یہ قصہ بھی محلِ نظر ہے، ہرگز نہیں، قصہ تو محلِ نظر ہو نہیں سکتا اس لئے کہ قرآنِ مجید میں ہے اور معیار بھی صحیح ہے لہٰذا سوائے تاویل کے اور کوئی چارۂ کار نہیں اسی طرح کوئی بات اگر بفرضِ محال صحیح حدیث میں آجائے، تو اس کی بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں تاویل کر لینی چاہیئے۔

۱۹- صرف کلمہ پڑھنے پر زانی کو جنت میں بھیجنا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ ہو کہ صرف کلمہ پڑھنے سے جنت مل جائے گی، خواہ کلمہ پڑھنے والا زانی ہی کیوں نہ ہو تو وہ حدیث موضوع ہے۔ برق صاحب حدیث تو ایسی کوئی نہیں جس کا یہ مطلب ہو۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی اور آپ کی اس غلط فہمی کا جواب بارھویں باب میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے، اب سنیئے:

قرآنِ مجید تو صرف "رَبُّنَا اللہُ" کہنے پر جنت کی خوش خبری دیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ (حٰمٓ السجدۃ ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا "ربنا اللہ" اور پھر اسی پر جمے رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں نہ ڈرو، نہ غم کھاؤ، اور جنت کی بشارت سنو!

کیونکہ اس معیار پر قرآنِ مجید کی آیت بھی پوری نہیں اترتی لہٰذا یہ معیار بھی باطل ہے۔

۲۰۔ سورج کو شیطان کے سینگوں میں پھنسانا

حدیث کا یہ مطلب تو نہیں کہ سورج شیطان کے دو سینگوں میں پھنس جاتا ہے جس حدیث کی طرف برق صاحب کا اشارہ ہے اس کا جواب انیسویں باب (تفہیم الاسلام) میں دیا جا چکا ہے اب قرآنِ مجید کی آیت سنیئے :۔

تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ (الکہف ۸۶) سورج کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے۔

بتائیے جو آیت سورج کو کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے اور ضرور صحیح ہے تو پھر یہ معیار ہی باطل ہے۔ قرآن و حدیث کے ظاہری معنوں پر ایمان لانا چاہیئے اگر ان کی حقیقت تک ہم نہیں پہنچ سکتے تو خاموش ہو جانا چاہیئے نہ کہ اعتراض کرنا چاہیئے۔

۲۱۔ مشکل اسلام کو چھوڑ کر آسان اسلام کی دعوت دینا

برق صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہو کہ بغیر محنت و مشقت کے جنت مل جائے گی تو وہ حدیث موضوع ہو گی۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی مسلم "تکالیف برداشت نہ کرے صدمے نہ سہے وہ حقیقۃً مسلم ہی نہیں، حالانکہ بات درحقیقت یہ نہیں ہے آسان اسلام تو خود اللہ تعالےٰ پیش کرتا ہے، سنیئے :۔

مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج) اللہ تعالےٰ نے دین کے معاملہ میں تم پر کوئی مشکل نہیں ڈالی۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة ۱۸۵) — اللہ تم پر آسانیوں کا ارادہ کرتا ہے اور تم پر مشکلات ڈالنا نہیں چاہتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ ۱۸۵) — اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں ڈالتا۔

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۝ (الاعراف ۱۵۷) — اللہ کا رسول لوگوں سے ان کے بوجھ اتار کر الگ رکھ دیتا ہے اور وہ طوق جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے توڑ کر پھینک دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مسلمین کو تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح دعا مانگو :۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (البقرۃ ۲۸۶) — اے ہمارے رب ہم پر ایسے بھاری احکام نافذ مت فرما، جو تو نے ہم سے پیش تر لوگوں پر نافذ فرمائے تھے اور ایسے احکام بھی نافذ نہ فرما جن کی تکمیل کی ہم میں طاقت نہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید آسان اسلام کی دعوت دیتا ہے لہٰذا اس معیار پر قرآن مجید بھی پورا نہیں اترتا۔ اب ان دونوں میں سے ایک ہی چیز صحیح ہو سکتی ہے یعنی یا تو قرآنِ مجید صحیح ہے یا معیار، اور کیونکہ قرآن مجید قطعی الصحت ہے لہٰذا یہ معیار باطل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں احکام بہت مجمل ہیں۔ نماز کے نہ اوقات ہیں نہ شرائط، نہ رکعات کی تعداد، نہ ان کی ہیئت، احادیث میں جو جو باتیں مذکور ہیں ان کی وجہ سے نماز ایک باقاعدہ اور منظم عبادت بن جاتی ہے صرف قرآن مجید کی رُو سے تو نماز کو آسان بنانے والا آسان بنا سکتا ہے لیکن حدیث ایسا کرنے سے روکتی ہے یعنی وہ نماز کو مشکل بنا دیتی ہے۔ پھر سود کے احکام اور مختلف صورتیں، خرید و فروخت کے مفصل احکام وغیرہ وغیرہ یہ سب مشکلیں ہیں جو احادیث میں ملتی ہیں۔ پھر جہاد کے متعلق مختلف ہدایات اور پابندیاں یہ بھی احادیث میں ملتی ہیں، احادیث میں ناچ، گانے، فنونِ لطیفہ اور لغو کھیلوں کی ممانعت ملتی ہے غرض یہ کہ احادیث کی وجہ سے کچھ مشکلات بڑھ ہی جاتی ہیں، لہٰذا احادیث کا پیش کیا ہوا اسلام، قرآنِ مجید کے اسلام سے کچھ زیادہ ہی مشکل ہے اس

لحاظ سے اس معیار کی زد احادیث سے زیادہ قرآن مجید پر پڑتی ہے لہذا یہ معیار باطل ہے۔

یہ کل اکیس معیار تھے جو برق صاحب نے پیش کئے ہیں اور ان میں سے کسی معیار پر قرآن مجید بھی پورا نہیں اترتا، لہذا تمام معیار لغو اور باطل ہیں۔

احادیث کو پرکھنے کے لئے یہ معیار آخری سند نہیں ہو سکتے، صادق، حافظ، ضابط اشخاص کا بیان تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ خواہ ہماری فہم میں آئے یا نہ آئے۔ احادیث کی اصل کسوٹی یہی ہے کہ بیان کرنے والا صدق، حفظ، ضبط کے اوصاف سے متصف ہو اور اگر کسی راوی میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں تو پھر ان معیاروں پر بھی غور ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

معیارِ مزید برق صاحب نے ایک معیار چھوڑ دیا اور وہ ہے "اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف بات بیان کرنا" یہ بات احادیث میں تو غالباً نہیں ملتی لیکن قرآن مجید میں ضرور مل جاتی ہے:۔ مثلاً

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۔ (الاحزاب ۵۷)	بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا مذکور ہے تو کیا یہ آیت اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔

اَللّٰہُ یَسۡتَہۡزِئُ بِہِمۡ ۔ (البقرۃ ۱۵)	اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔
وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ سَبِیۡلًا ۝ (النّسآء ۸۸)	اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے تمہیں ہرگز راستہ نہیں ملے گا۔

یہ ہیں چند آیات جو نمونۃً پیش کر دی گئی ہیں، ظاہر معنوں کے لحاظ سے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیات قرآنِ مجید میں نہیں ہو سکتیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس کے خلاف ہیں لیکن یہ قرآنِ مجید ہی کی آیتیں ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے اب اگر تاویل کر کے ان کو اعتراض سے بچایا جا سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی قسم کی بلکہ اس سے کم اعتراض والی احادیث کے ساتھ یہ رویّہ کیوں نہیں اختیار کیا جاتا؟

معیارِ مزید برق صاحب چاہتے تو ایک معیار کا اور اضافہ کر دیتے وہ یہ کہ اگر کوئی حدیث کسی جاہلیت کی رسم کی سرپرستی کرتی ہو تو وہ بھی موضوع ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس معیار کے لئے قرآن مجید ہی سدِّ راہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے :-

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (النمل ۸، ۹)

جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو ہستی آگ میں ہے وہ برکت والی ہے اور جو اس کے آس پاس ہے وہ بھی برکت والا ہے، پاک ہے وہ اللہ جو رب العالمین ہے۔ اے موسیٰ وہ ہستی میں ہوں زبردست اور حکمت والا۔

کیا ان آیات سے آتش پرستی کو تقویت نہیں پہنچتی ؟

اگر کسی تاویل سے ان آیات پر ایمان ہے تو پھر بہت ہی کم اعتراض والی احادیث پر ایمان کیوں نہ لایا جائے، بظاہر یہ آیت قابلِ اعتراض نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں اعتراض سے بالکل پاک ہے۔ اسی طرح بعض احادیث بظاہر قابلِ اعتراض معلوم ہوتی ہیں، لیکن حقیقت میں وہ بھی اعتراض سے بالکل پاک ہوتی ہیں، غرض یہ کہ یہ تمام معیار باطل ہیں۔ معتبر آدمی کی بات قابلِ تسلیم ہونی چاہیئے۔

سب سے بڑا معیار احادیث کو پرکھنے کا سب سے بڑا معیار یہ بنایا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہ ہو، کسی قرآنی آیت سے متعارض نہ ہو۔ واقعی بظاہر تو یہ بڑا زبردست معیار ہے، اور بہت ہی خوشنما اور دیدہ زیب معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ بھی بالکل قابلِ وقعت نہیں ہے،

کچھ بحث تو اس پر معیار اول کے ضمن میں گذر چکی ہے، لیکن اس معیار کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس پر کچھ مزید تحریر کر رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث کسی قرآنی آیت کے خلاف ہو تو وہ موضوع ہے تو کیا اگر کوئی قرآنی آیت کسی دوسری آیت کے خلاف ہو تو وہ بھی موضوع ہے یا نہیں ؟ اگر وہ آیت موضوع نہیں تو حدیث کیوں ؟ آپ کہیں گے کہ ایسی تو کوئی بھی آیت نہیں جو دوسری آیت کے خلاف ہو، ہم کہتے ہیں، ایسی بہت سی آیات ہیں، ملاحظہ فرمایئے !

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝
(الحاقۃ ۴۳)
(ترجمہ) یہ قرآن مجید رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔
(التکویر ۱۱ الحاقۃ ۴۰)
(ترجمہ) یہ رسولِ کریم کا قول ہے۔

ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا کسی فرشتہ کا۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (النمل ۸، ۹)

(ترجمہ) پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ جو ہستی آگ میں اور آگ کے اطراف میں ہے وہ برکت والی ہے، اور اللہ رب العالمین پاک ہے اے موسیٰ، وہ ہستی میں ہوں، اللہ زبردست حکمت والا۔

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (القصص ۳۰)

(ترجمہ) پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو وادیٔ ایمن کے کنارے سے ایک مبارک مقام میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔

پہلی آیت میں ہے کہ آگ سے آواز آئی، دوسری میں ہے کہ درخت سے آواز آئی۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔
(البقرۃ ۵۱)
(ترجمہ) اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ لیا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً ۔
(الاعراف ۱۴۲)
(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ لیا۔

پہلی میں چالیس رات اور دوسری میں تیس رات۔

ثابت شدہ چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا

غرض یہ کہ اس قسم کی متعدد آیات ہیں جو غلط فہمی کی وجہ سے بظاہر ایک دوسرے

سے متعارض نظر آتی ہیں۔ اب کیا ہمارا یہ فرض ہے کہ دونوں کو یا ایک کو مسترد کر دیں، نہیں ہرگز نہیں اور نہ ہم ایسا کرتے ہیں اور نہ برق صاحب ایسا کریں گے اور جب ایسا نہیں کرتے تو کوئی صورت تطبیق کی نکالنی پڑتی ہے اور ظاہری تضاد کو دور کر لیتے ہیں تو پھر آخر کیا مشکل ہے کہ اگر آیات و احادیث میں غلط فہمی کی وجہ سے تضاد نظر آئے تو ان میں تطبیق کے عمل کو بالائے طاق رکھ کر احادیث کو مسترد کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آیات و احادیث کے تضاد یا احادیث کے مابین اختلاف کو اکثر لوگوں نے ایک ہوّا بنا رکھا ہے حالانکہ ایسا اختلاف تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے پھر کیا قرآن مجید کو چھوڑ دیا جائے، اگر نہیں تو احادیث کو چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟

قرآن مجید کی دو آیتوں میں تضاد نظر آتا ہے لیکن ہم دونوں کو تسلیم کرتے ہیں کسی ایک کو بھی مسترد نہیں کرتے۔ کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی ؔ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ دونوں ثابت شدہ ہیں۔ ثابت شدہ چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا، یہی چیز حدیث کے معاملہ میں بھی صحیح ہے اگر کسی آیت اور کسی حدیث میں تضاد نظر آئے تو اگر حدیث ثابت شدہ ہے تو اس کا انکار نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں میں تطبیق کی صورت پیدا کی جائے گی۔

غلط فہمی | برق صاحب تحریر فرماتے ہیں:-
"ساری امت حدیث کو اسلام سمجھ بیٹھی ہے" (دو اسلام ص ۲۴۹)

ازالہ | تو پھر برق صاحب آپ کا عقیدہ ساری امت کے خلاف کیوں؟ یہ صحیح ہے کہ ساری امت حدیث کو اسلام سمجھتی ہے اور اس کو سمجھنا ہی چاہیئے، اس لئے کہ اس کے بغیر قرآن مجید بازیچۂ اطفال بن کر رہ جاتا جو چاہے، جیسے معنی کر لے، اور اس کی مثال ہم گذشتہ صفحات میں اور خصوصاً تمہید میں دے چکے ہیں، اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ حدیث کو اسلام تو آپ بھی سمجھتے ہیں، ہاں موضوع حدیث کو آپ اسلام نہیں سمجھتے، جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے۔

"اسلام دو ہیں، ایک قرآن کا اسلام جس کی طرف اللہ بلا رہا ہے دوسرا وضعی احادیث کا اسلام" (دو اسلام ص ۳)

ہم بھی ان وضعی احادیث کے اسلام کی مخالفت میں آپ کے ساتھ ہیں، اور آپ کا یہ بھی قول ہے کہ :-

"حاشا و کلاّ مجھے حدیث سے بغض نہیں، بلکہ ان انسانی اقوال سے ضد ہے، جنہیں یہودیوں، زندیقوں اور ہمارے فرقہ باز راہ نماؤں نے تراش کر مہبط الوحی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے منسوب کر دیا تھا کہ خدا، رسول اور قرآن کا کوئی وقار دنیا میں باقی نہ رہے" (دو اسلام ص۵۹)

ہمیں بھی آپ کے اس قول سے اتفاق ہے، بے شک بعض لوگوں نے حدیثیں گھڑیں، لیکن وہ حدیثیں الگ چھانٹ دی گئیں۔ پھر آپ ہی کا یہ بھی قول ہے کہ :-

"ائمۂ حدیث میں ایسے بزرگ بھی پائے جاتے ہیں جن پر ملتِ اسلامیہ کو ہمیشہ ناز رہا ہے، ان کا علمی مقام اتنا بلند، اور ان کے ثقافتی کارنامے اتنے عظیم ہیں کہ ہمیں ان پر تنقید کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی" (دو اسلام ص۹۴)

ہم بھی آپ کی تائید کرتے ہیں، آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے بلکہ آپ کا تو اقوالِ رسولؐ پر ایمان ہے۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

م :- "تو کیا اقوالِ رسولؐ قابلِ ایمان نہیں؟" (م = برق صاحب کا خیالی مُلا)

(برق) ب :- "کیوں نہیں! بشرطیکہ کہیں سے کوئی قولِ رسولؐ مل جائے رونا تو اسی بات کا ہے کہ اقوالِ رسولؐ کا دستیاب ہونا بے حد دشوار ہے۔ اگر اقوالِ رسولؐ مل جاتے تو مجھے یقین ہے کہ ہر لفظ قرآنِ حکیم کی تشریح ہوتا، اور قرآن پر ایمان لاتے ہی وہ ہمارے دائرہ ایمان میں شامل ہو جاتے۔"

(دو اسلام ص۱۱۱)

گویا برق صاحب اقوالِ رسولؐ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اقوالِ رسولؐ قرآنِ حکیم کی تشریح ہیں اور ہمیں بھی برق صاحب سے اس معاملہ میں کلیتہً اتفاق ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اقوالِ رسولؐ ہیں کہاں؟ تو برق صاحب خود آپ ہی کا قول ہے کہ بہت سے اقوالِ رسولؐ موجود ہیں، محدثین نے کھرا کھوٹا الگ کر دیا ہے۔ آپ کی عبارت

یہ ہیں :

"بحمد اللہ کہ اسلام میں کچھ محققین بھی ہو گذرے ہیں، جنہوں نے ایسے تمام واقعات پر سخت تنقید کی، فجزاہم اللہ احسن الجزاء" (دو اسلام ص۹)

"اس میں قطعاً کوئی کلام نہیں کہ امام مالک کا کردار، تقدس اور خلوص تمام شبہات سے وراء تر تھا اور کہ انہوں نے صحیح کو غلط سے جدا کرنے کے لئے تمام انسانی ذرائع استعمال کئے ہوں گے۔" (دو اسلام ص۱۶۲)

"اس میں کلام نہیں کہ امام بخاری (وفات ۲۵۶ھ) نے صحیح احادیث کی تلاش میں لمبے لمبے سفر کئے، ہر حدیث کو پرکھنے کے لئے تمام امکانی وسائل اختیار فرمائے، راویوں کا کھوج لگایا۔ ہر قابل ذکر محدث سے مشورہ کیا اور سالہا سال کی مسلسل جستجو اور تگاپو کے بعد اپنا مجموعہ تیار کیا۔" (دو اسلام ص۱۷۵)

برق صاحب کو اعتراف ہے کہ اس مجموعہ صحیح بخاری میں صرف چند احادیث ناقابل اعتبار ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں :۔

"اس مجموعہ میں چند ایسی احادیث موجود ہیں ......"

گویا ان چند کو نکال کر باقی احادیث کو برق صاحب بھی صحیح سمجھتے ہیں، برق صاحب کو یہ شبہ تھا کہ اقوال رسولؐ کہیں ہیں ہی نہیں، لیکن اب وہ خود ہی تسلیم کر رہے ہیں کہ چند احادیث کو نکال کر صحیح بخاری کی تمام احادیث صحیح ہیں، فللہ الحمد۔

لہٰذا ان سے گذارش ہے کہ اس مجموعہ پر اب ان کو اعتماد کر لینا چاہیئے۔ چند احادیث کے متعلق جو شکوک تھے وہ دور کر دیئے گئے۔ لہٰذا پورا مجموعہ صحیح بخاری قطعاً صحیح ہے، پھر برق صاحب آپ ہی نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ (تفہیم الاسلام کا مطالعہ کیجئے)

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی حدیث صحیح موجود ہی نہیں" (دو اسلام ص۲۴۱)

"دوم : کہ حدیث کا مضمون صحیح ہو اور ان معنوں میں ہزاروں احادیث صحیح ہیں۔" (دو اسلام ص۳۴)

یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم صرف ایک یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ .. اللہ کے سوا کوئی نہیں

ہمارا امام صرف ایک یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .. فرقہ وارانہ امام نہیں

ہمارا دین صرف ایک یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام .. فرقہ وارانہ مذہب نہیں

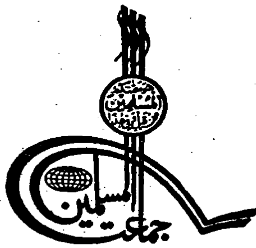
ہمارا نام صرف ایک یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین .. فرقہ وارانہ نام نہیں

بنیاد محبت صرف ایک یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق .. دنیوی تعلقات نہیں

وجہ افتخار صرف ایک یعنی : ایمان باللہ العظیم .. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین



JAMAAT-UL-MUSLIMEEN [INDIA]

[Preaching pure and unadulterated Islam]

www.india.aljamaat.org

Flat #204, Saleem Masood Complex,
Nizam Colony, Toli chowki,
Hyderabad – 500 008 (A.P.)
Cell: 9246343676 / 7396620946